خطبۂ جمعۃ المبارک

موضوع

نبی کریم کی مکی زندگی اور مصائب و آلام

بفیضان نظر

سرمایۂ اہلسنت استاذ العلماء
مجاہد ملت اسلامیہ فخر اہلسنت
حضرت مولینا محبوب العلماء والمشائخ رحمتہ اللہ علیہ
علامہ الحاج ابو سعید **محمد حنیف چشتی** صاحب
مرکزی ناظم تبلیغ جماعت اہلسنت پاکستان
بانی و مہتمم جامعہ چشتیہ رضویہ ضیاء القرآن راہوالی

بزم علماء چشتیہ

جامعہ چشتیہ رضویہ ضیاء القرآن (رجسٹرڈ)

راہوالی گوجرانوالہ

0321.6404172

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَعَلَى جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

"وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ"۔

صدق الله العظیم وصدقنا رسوله النبی الکریم امین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ.

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه وَعَلٰى اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰه

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰه وَعَلٰى اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ يَا رَحمةً اللعٰلَمِين

بلغ العُلا بکماله

کشف الدجی بجماله

حسُنت جمیع خصاله

صلوا علیه وآله

نبی اکرم ﷺ کی مکّی زندگی اور مصائب و آلام

اللہ سبحانہ وتعالی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ۴۰/سال کی عمر میں نبوت ورسالت سے سرفراز فرمایا۔ نبوت سے نوازے جانے کے بعد، آپ ﷺ ۱۳/سالوں تک مکّہ مکرمہ میں رہے۔ یہ زمانہ آپ ﷺ کی مکی زندگی کہلاتا ہے۔ آپ ﷺ نے مکی زندگی میں، تین سالوں تک خفیہ طور پر، اپنے قریبی لوگوں کے سامنے اسلام پیش کیا۔ پھر آپ ﷺ نے دس سال تک، کھلم کھلا اشاعتِ اسلام کا کام کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ یثرب ہجرت کر گئے۔ اشاعتِ اسلام کی وجہ سے کفارِ مکہ آپ ﷺ کے جانی دشمن ہوگئے۔ جوں جوں لوگ آپ ﷺ کے دستِ حق پرست پر اسلام کی بیعت کرتے رہے اور اسلام کی شعائیں پھیلتی رہی، کفار و مشرکین کے غیض وغضب میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ وہ مسلمان جو کچھ حیثیت رکھتے تھے یا ان کا کوئی حامی و مددگار تھا، ان پر

کفار و مشرکین اپنے غصے اور ظلم وجور کا اظہار کرنے سے قاصر و عاجز تھے؛ مگر جو مسلمان غریب و نادار تھے، ان کا کوئی حامی و مددگار نہ تھا اور نہ وہ خود کوئی خاندانی و قبائلی حیثیت رکھتے تھے، ان پر کفار و مشرکین نے ظلم و ستم کا لامتناہی سلسلہ شروع کر دیا۔ کفار نے ان کو طرح طرح سے پریشان کیا اور ستایا؛ مگر ان کے ایمان میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا رہا۔ نبی اکرم ﷺ کے دادا، پھر چچا ابو طالب قریش کی نظر میں بڑے شرف واعزاز کے مالک سے تھے اور آپ ﷺ کی خاندانی اور قبائلی وجاہت واہمیت بھی سب کے نزدیک مسلم تھی؛ اس لیے آپ ﷺ پر حملہ آور ہونا، ایک بڑی جنگ کو دعوت دینا تھا؛ اس لیے کچھ لوگ آپ ﷺ کو گزند پہونچانے سے گریز کرتے تھے: مگر اس کے باوجود بھی بہت سے حرماں نصیبوں نے نبی اکرم ﷺ کو طرح طرح سے ستایا اور آپ ﷺ کو مختلف مصائب وآلام سے دوچار ہونا پڑا۔ ذیل میں آپ ﷺ کو "مکی زندگی میں پیش آنے والے مصائب وآلام میں سے چند" پر، ہم نظر ڈالتے ہیں۔

ساحر وکاھن

جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوّت ورسالت کا اعلان نہیں کیا تھا، اس وقت آپ ﷺ مکّہ میں ایک عقل مند و دانشور، امین وصادق اور اچھے انسان سے جانے جاتے تھے۔ جب آپ ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا؛ تو لوگوں نے آپ ﷺ کو جادوگر اور کاہن وساحر جیسے معیوب لقب سے مشہور کرنے کی کوشش کی؛ تاکہ لوگ آپ ﷺ کے قریب نہ آئیں اور آپ ﷺ کی باتیں نہ سنیں؛ مگر اللہ نے جن کے دلوں کو ایمان کی روشنی سے منور کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا، ان حضرات کو اس کا کوئی اثر نہیں ہوا؛ بل کہ تکلیف ومشقت برداشت کر کے، آپ ﷺ کے پاس تشریف لاتے تھے اور جلوۂ انوارِ ربّانی سے اپنے قلوب کو منور کر کے جاتے تھے۔

کفار و مشرکین جب نبی اکرم ﷺ کے کسی معجزہ کا مشاہدہ کرتے؛ تو اسے قبول کرنے کے بجائے یہ کہتے کہ یہ ایک جادو ہے جو ابھی ختم ہو جائے گا۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا

وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ"۔ (سورہ قمر:۲)"اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں؛ تو ٹال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو ابھی ختم ہوا جاتا ہے"۔یعنی یہ جادو کا اثر ہے جو دیر تک نہیں چلا کرتا، خود ہی گزر جائے گا اور ختم ہو جائے گا۔(معارف القرآن:۸/ ۲۲۷)

ایک دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے:"وَعَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ وَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا سَاحِرٌ كَذَّابٌ"۔ (سورہ ص:۴)ترجمہ:"اور ان کفار (قریش) نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان کے پاس ان (ہی) میں سے (یعنی جو ان کی طرح بشر ہے) ایک (پیغمبر) ڈرانے والا آگیا (تعجب کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنی جہالت سے بشریت کو نبوت کے منافی سمجھتے تھے) اور (اس انکار رسالت میں یہاں تک پہنچ گئے کہ آپ کے معجزات اور دعوی نبوت کے بارے میں) کہنے لگے کہ (نعوذ باللہ) یہ شخص (خوارق عادت کے کے معاملہ میں) ساحر اور (دعوی نبوت کے معاملے میں) کذّاب ہے"

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اپنے بھائی انیس کی زیارتِ مکہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی کہانی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "میں نے اس (انیس) سے پوچھا:تم نے (مکہ میں) کیا کیا؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے مکہ میں ایک ایسے شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملاقات کی جو تمہارے دین پر ہے۔ اسے (اس بات کا) یقین ہے کہ اللہ نے اسے (رسول بناکر) بھیجا ہے۔ میں نے پوچھا:ان کے بارے میں لوگوں کا کیا خیال ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ (وہ) شاعر، کاہن اور ساحر ہے؛ جب کہ انیس (خود) ایک شاعر تھے۔ انیس نے کہا میں نے کاہنوں کی بات سنی ہے، مگر (اس کا) کلام کاہنوں کی بات (جیسا) نہیں ہے۔ میں نے ان کے کلام کو شعر کے بحروں پر پرکھا؛ تو وہ کسی کی زبان پر میرے بعد نہیں جڑے گا شعر کی طرح۔ خدا کی قسم وہ سچا ہے اور لوگ جھوٹے ہیں۔(مسلم شریف، حدیث:۲۴۷۳)

مجنون ودیوانہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا قابل ولائق انسان، جس نے کبھی کسی غیر مناسب کام کا ارتکاب نہیں کیا، لوگوں کے ساتھ سبّ وشتم سے بات نہیں کی اور کسی بڑے اور چھوٹے کے احترام میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی؛ مگر اعلان نبوت کے بعد، کفار نے انھیں مجنون ودیوانہ کہنا شروع کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ جس نے اس عظیم معلمِ انسانیت، رہبر رشد وہدایت اور عقل ودانش کے مینار کو مجنون ودیوانہ کہا وہ خود مجنون، پاگل، دیوانے، معاند ومتعصب اور سرکش وہٹ دھرم تھے۔

اللہ تعالی نے ان کی حقیقت کو واشگاف کرتے ہوئے فرمایا: "أَنَّى لَهُمُ الذِّكْرَى وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُبِينٌ. ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَجْنُونٌ"۔ (سورہ دخان: ۱۲-۱۴) ان کو (اس سے) کب نصیحت ہوتی ہے (جس سے ان کے ایمان کی توقع کی جاوے)؛ حال آں کہ (اس سے قبل) ان کے پاس ظاہر شان کا پیغمبر آیا۔ پھر بھی یہ لوگ ان سے سرتابی کرتے رہے اور یہی کہتے رہے کہ کسی دوسرے بشر کا سکھایا ہوا ہے (اور) دیوانہ ہے۔ (معارف القرآن، ج:۷، ص:۷۵۹)

اللہ تعالی نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا: "وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ"۔ (سورہ حجر: ٦) اور ان کفار (مکہ) نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے یوں کہا کہ اے وہ شخص جس پر (اس کے دعوے کے مطابق) قرآن نازل کیا گیا ہے، تم (نعوذ باللہ) مجنوں ہو (اور نبوت کا غلط دعوی کرتے ہو)۔

روایت میں ہے کہ ضماد رضی اللہ عنہ مکّہ مکرمہ آئے، ان کا تعلق (قبیلہ) ازد شنوءہ سے تھا۔ وہ جنوں اور آسیب وغیرہ کا جھاڑ پھونک کرتے تھے۔ انھوں نے مکہ کے چند بیو قوفوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ محمد ﷺ مجنون ہیں۔ تو انھوں نے کہا کہ میں اس شخص کو دیکھوں، شاید اللہ ان کو میرے ہاتھ سے شفا عطا فرمائے! وہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے ان سے ملاقات کی اور کہا: اے محمد ﷺ ! میں جنون کو جھاڑتا ہوں اور اللہ تعالی میرے ہاتھ سے جس کو چاہتا ہے شفا دیتا ہے۔ تو کیا آپ ﷺ کی خواہش

ہے(کہ آپ جھڑوائیں)؟ پھر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:''سب تعریفیں اللہ کے لیے ہے۔ ہم اسی ذات کی تعریف میں رطب اللسان ہیں اور اسی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے اللہ گمراہ کردے، اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی ساجھی نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اب حمد وشہادتین کے بعد، جو چاہو کہو''! وہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ آپ ﷺ اپنے ان کلمات کو پھر سے کہیں! چناں چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات کو تین بار ان کے سامنے دہرایا۔ راوی کہتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا: میں نے کاہنوں کی باتیں، جادوگروں کے اقوال اور شعرا کے اشعار سنے ہیں؛ مگر میں نے آپ ﷺ کے ان کلمات کے مثل نہیں سنا۔ یہ کلمات تو دریائے بلاغت کی تہہ تک پہنچ گئے ہیں۔ پھر ضماد نے کہا: اپنا ہاتھ لائے میں اسلام کی بیعت کرتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں کہ پھر انھوں نے بیعت کی۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:''اور میں تمہاری قوم کی بھی بیعت لیتا ہوں''۔ انھوں نے کہا:(ہاں) میری قوم کی طرف سے (بھی)۔ (مسلم شریف، حدیث:۸۶۸)

بازار ذوالمجاز میں آپ ﷺ پر ابولہب کی سنگ باری

طارق بن عبد اللہ المحاربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو بازار''ذی المجاز'' میں دیکھا؛ جب کہ میں خرید وفروخت میں مشغول تھا۔ آپ ﷺ سرخ جبہ زیب تن کیے ہوے تھے اور بلند آواز سے یہ فرماتے جاتے تھے:''اے لوگو! لا الہ اللہ کہو، فلاح پاؤگے''۔ ایک شخص آپ کے پیچھے پیچھے پتھر مارتا جاتا تھا، جس سے آپ کی پنڈلی اور ایڑی خون آلود ہوگئے۔ وہ شخص ساتھ ساتھ یہ بھی کہتا جاتا تھا:''اے لوگو! اس کی بات نہ سننا یہ جھوٹا ہے''۔ محاربی فرماتے ہیں کہ میں سے پوچھا کہ یہ شخص (آپ ﷺ) کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ یہ لڑکا بنی عبد المطلب سے ہے۔

(پھر) میں پوچھا: وہ شخص کون ہے جو اس کا پیچھا کر رہا ہے اور پتھر مار رہا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا یہ آپ ﷺ کا چچا عبد العزی یعنی ابو لہب ہے۔ (مصنف ابن أبي شیبہ، حدیث: ۳۶۵۶۵)۔

بازار ذوالمجاز میں آپ ﷺ پر ابو جھل کا مٹی پھینکنا

بنو مالک بن کنانہ کے ایک شیخ کہتے ہیں کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کو بازار "ذی المجاز" میں دیکھا کہ یہ فرماتے تھے: "اے لوگو! لا الہ اللہ کہو، فلاح پاؤ گے"۔ راوی فرماتے ہیں کہ ابو جھل آپ ﷺ پر مٹی پھینکتا تھا اور یہ کہتا تھا: اے لوگو! خیال رکھنا یہ شخص تم کو تمہارے دین کے حوالے سے دھوکہ نہ دیدے؛ کیوں کا اس کا ارادہ ہے کہ تم لات وعزی کو چھوڑ دو! جب کہ رسول اللہ ﷺ اس کی طرف ذرہ برابر بھی التفات نہیں فرماتے تھے۔ (مسند احمد، حدیث: ۱۶۶۰۳)

اونٹ کی اوجھڑی آپ ﷺ کی پشت پر

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کعبہ شریف کے پاس نماز ادا کر رہے تھے۔ ابو جھل اور اس کے ساتھی (وہاں) بیٹھے تھے۔ ان میں سے بعض نے بعض سے کہا: تم میں سے کون ہے جو فلاں قبیلے کی اونٹنی کی اوجھڑی لائے اور جب محمد ﷺ سجدے میں جائیں؛ تو وہ اسے اس کی پشت پر رکھ دے؟ عقبہ بن ابی معیط جو نہایت ہی بد بخت، شقی القلب اور ملعون تھا، وہاں سے اٹھا اور وہ غلاظت لے کر آیا۔ پھر وہ آپ ﷺ کے سجدہ کرنے کا انتظار کرنے لگا۔ جب آپ ﷺ نے سجدہ کے لیے اپنے چہرہ مبارک کو زمین بوس کیا؛ تو اس نالائق نے اس اوجھڑی کو آپ ﷺ کے پیٹھ پر کندھوں کے درمیان رکھ دیا۔ آپ ﷺ اس کے بوجھ کی وجہ سے اٹھ نہیں پا رہے تھے۔ سجدہ کی ہی حالت میں پریشان تھے۔ دوسری طرف ابو جھل اور اس کے بے غیرت ساتھی سب کے سب ہنسنے اور ٹھٹھا مارنے لگے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے؛ مگر اپنی کمزوری وضعف اور ان ظالموں کے خوف سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرنے سے عاجز تھے۔ پھر آپ ﷺ کی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئی اور اس کو آپ ﷺ کے پشت مبارک سے ہٹایا۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۲۴۰/ ۳۱۸۵/ ۳۸۵۴)

سودے بازی کی کوشش

کفار قریش نے محمد ﷺ کو قتل کرنے کے لیے سودے بازی کی بھی کوشش کی۔ کفار نے چاہا کہ عمارہ بن ولید کو ابو طالب کے سپرد کر دیں اور اس کے عوض، ابو طالب محمد ﷺ کو ان کے حوالے کر دیں ؛تا کہ وہ آپ ﷺ کو قتل کر دیں؛ چناں چہ کفار قریش نے ابو طالب کی خدمت میں عرض کیا:

اے ابو طالب! یہ (عمارہ) قریش کا سب سے بانکا اور خوب صورت نوجوان ہے۔ آپ اسے لے لیں۔ اس کی دیت اور نصرت کے آپ حق دار ہوں گے۔ آپ اسے اپنا لڑکا بنالیں۔ یہ آپ کا ہو گا اور اپنے اس بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دیں، جس نے آپ کے آباء واجداد کے دین کی مخالفت کی ہے، آپ کی قوم کا شیرازہ منتشر کر رکھا ہے اور ان کی عقلوں کو حماقت سے دوچار بتلاتا ہے۔ ہم اسے قتل کریں گے ۔بس یہ ایک آدمی کے بدلے ایک آدمی کا حساب ہے"۔ ابو طالب نے کہا: "خدا کی قسم! کتنا بُرا سودا ہے جو تم لوگ مجھ سے کر رہے ہو! تم اپنا بیٹا مجھے دیتے ہو کہ میں اسے کھلاؤں پلاؤں، پالوں پوسوں اور میرا بیٹا مجھ سے طلب کرتے ہو کہ اسے قتل کر دو۔ خدا کی قسم! یہ نہیں ہو سکتا"۔ (الرحیق المختوم، ص:۱۴۰)

ابوجهل کا آپ ﷺ کے قتل کا ارادہ

ایک دن ابو جہل نے قریشیوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ محمد ﷺ ہمارے دین میں عیب نکالتا ہے۔ہمارے آباء واجداد اور معبودوں کی توہین کرتا ہے؛ اس لیے میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ کل ایک بھاری پتھر لے کر بیٹھوں گا اور جب وہ سجدہ کرے گا تو اسی پتھر سے اس کا سر کچل دوں گا۔۔۔ جب صبح ہوئی تو وہ ویسا ہی پتھر جیسا کہ اس نے بیان کیا تھا، لے کر انتظار میں بیٹھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے جیسا کہ آیا کرتے تھے۔۔۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول ہو گئے۔۔۔ جیسے ہی آپ ﷺ سجدے میں گئے، ابو جہل نے پتھر اٹھا کر، آپ ﷺ کی طرف

بڑھا۔ جب وہ آپ ﷺ کے قریب ہوا؛ تو شکست خوردہ حالت میں لوٹا، اس کا رنگ فق تھا اور وہ ایسا مرعوب تھا کہ اس کے دونوں ہاتھ، اس کے پتھر سے چپک گئے تھے کہ وہ بمشکل اپنے ہاتھ سے پتھر پھینک سکا۔

قریش کے کچھ لوگ اس کے پاس آئے اور پوچھنے لگے: ''اے ابو جہل! تمھیں کیا ہوا؟'' اس نے کہا: ''میں نے گزشتہ رات جو بات کہی تھی، وہی کرنے کے لیے کھڑا ہوا تھا؛ جب میں ان کے قریب پہنچا؛ تو ایک اونٹ آڑے آگیا۔ خدا کی قسم! میں کبھی بھی کسی اونٹ کی کھوپڑی، گردن اور دانت اس اونٹ کی طرح نہیں دیکھا۔ وہ مجھے کھانا چاہ رہا تھا''۔ (سیرت ابن ہشام ۱/ ۲۹۹-۲۹۸)

گردن مبارک میں کپڑے کا پھندا

مکہ کے کفار و مشرکین آپ ﷺ کو آرام سے نماز بھی ادا نہیں کر دینے دیتے تھے۔ آپ ﷺ نماز میں ہوتے تو کبھی وہ آپ ﷺ کی پشت مبارک پر اونٹ کی ولادت کے وقت نکلنے والی غلاظت ڈالتے، تو کبھی آپ ﷺ کے مبارک گردن میں کپڑے کا پھندا لگاتے۔ بخاری شریف میں ایک روایت ہے:

حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے (عبد اللہ) ابن عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا: مجھے اس سخت ترین تکلیف سے باخبر کیجیے جس سے مشرکین نے آپ ﷺ کو دوچار کیا۔ انھوں نے فرمایا: ایک بار نبی ﷺ حطیم میں نماز ادا کر رہے تھے، اچانک عقبہ بن ابی مُعَیط آیا اور آپ ﷺ کی گردن میں اپنا کپڑا ڈال دیا۔ پھر اس نے سخت طریقے سے آپ رضی اللہ عنہ کا گلا گھونٹا۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے عُقبہ کا مونڈھا پکڑا اور اس کو نبی ﷺ سے ہٹایا اور فرمایا: ''کیا تم مار ڈالوگے ایک شخص کو اس وجہ سے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے؟'' (سورہ غافر: ۲۸) (صحیح بخاری، حدیث: ۳۸۵۶)

سر اور داڑھی کے بال کھینچنا

مشرکوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور ڈاڑھی کے بال پکڑ کیا تنے زور سے کھینچے کہ آپ ﷺ کے اکثر بال اکھڑ گئے۔ (سیرت حلبیہ اردو، ج: اول نصف آخر: ۲۷۶)

آپ ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق

نبی اکرم ﷺ کی دو صاحبزادیاں: حضرت امّ کلثوم اور رقیّہ رضی اللہ عنہما کا نکاح، دشمنِ اسلام، ابو لہب کے دو لڑکے: عتیبہ اور عتبہ سے ہو چکا تھا؛ لیکن یہ نکاح صرف نکاح ہی تھا۔ ابھی رخصتی باقی تھی۔ "سورۃ لہب" کے نزول کے بعد، آپ ﷺ کو بے عزت کرنے کی نیت سے، ابو لہب اور اس کی بیوی نے اپنے لڑکوں کو یہ حکم دیا کہ وہ آپ ﷺ کی صاحبزادیوں کو طلاق دیدے؛ چناں چہ انھوں نے ان کو طلاق دے دی۔

امام طبرانی قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی عتیبہ بن ابی لہب کے ساتھ ہوئی تھی۔ حضرت رقیّہ رضی اللہ عنہا کی شادی، اس کے بھائی عتبہ بن ابی لہب کے ساتھ ہوئی تھی۔ جب اللہ تعالی نے تبت یدا أبي لَہب (سورہ لہب) نازل فرمائی؛ تو ابو لہب نے اپنے دونوں بیٹوں: عتیبہ اور عتبہ کو کہا: "اگر تم نے محمد ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق نہ دی؛ تو تم دونوں کے سر کے لیے میرا سر حرام ہے"۔ ان دونوں کی ماں: بنت حرب بن امیّہ نے کہا: "یہی ایندھن اٹھانے والی ہے کہ تم دونوں انھیں طلاق دے دو؛ کیوں کہ وہ دونوں صابی (اپنا دین بدلے ہوئے) ہیں"؛ چناں چہ ان دونوں نے انھیں طلاق دے دی۔ (تفسیر درّ منثور ۸/۶۶۷)

طلاق کا عمل جیسا کہ آج کے کچھ شریف گھرانوں میں، بڑی بے عزتی کی بات سمجھا جاتا ہے، اسی طرح اس وقت بھی عرب سماج کے شریف گھرانوں میں، طلاق کو بے عزتی سمجھا جاتا تھا۔ پھر ایک ایسے باپ کے لیے جو شرافت کا اعلی نمونہ ہو اور اس کی دو لڑکیوں کو بیک وقت طلاق ہو جانا اور وہ بھی ایک ایسے وقت میں؛ جب کہ وہ باپ ہر طرف سے مصائب وآلام جھیل رہا ہو؛ تو کتنے تکلیف کا باعث ہو سکتا ہے، اسے بیان کرنا مشکل ہے۔

تین سالہ معاشرتی بائیکاٹ

کفار قریش نے مل جل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کا فیصلہ کیا اور کہا کہ: ”اس نے ہماری اولاد اور ہماری عورتوں تک کو ہم سے برگشتہ کر دیا ہے“۔ پھر ان لوگوں نے آپ ﷺ کے خاندان والے سے کہا: ”تم ہم سے دوگنا خون بہا لے لو اور اس کی اجازت دے دو کہ قریش کا کوئی شخص اس کو قتل کر دے؛ تاکہ ہمیں سکون مل جائے اور تمھیں فائدہ پہنچ جائے“۔ جب کفار قریش کی یہ تجویز منظور نہیں ہوئی؛ اس پر انھوں نے غصہ میں آکر یہ طے کیا کہ بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب، جو نبی اکرم ﷺ کے مددگار تھے، کا معاشرتی بائیکاٹ کیا جائے اور انھیں شعب ابوطالب نامی گھاٹی میں محصور اور مقید کر دیا جائے۔

ایک روایت کے مطابق یہ بھی طے پایا کہ: ”نہ بنی ہاشم کی لڑکیوں کو بیاہ کر لاؤ اور نہ اپنی لڑکیوں کی ان کے یہاں شادی کرو، نہ ان کو کوئی چیز فروخت کرو اور نہ ان سے کوئی چیز خریدو اور نہ ان کی طرف سے کوئی صلح قبول کرو“۔ چناں چہ جب بھی مکے میں باہر سے کوئی قافلہ آتا؛ تو یہ مجبور اور بے کس لوگ فوراً ان کے پاس پہنچتے؛ تاکہ ان سے کھانے پینے کا کچھ سامان خرید لیں؛ مگر جب بھی ایسا ہوتا تو فوراً وہاں ابولہب پہنچ جاتا اور کہتا کہ ”دام اتنے بڑھا دو کہ وہ تم سے کچھ نہ خرید سکیں“۔ پھر تاجر کی طرف سے ایسا ہی ہوتا؛ لہٰذا لوگ مایوس ہو کر، اپنے بچوں کے پاس واپس آجاتے، جو بھوک سے بیتاب تڑپتے اور بلکتے ہوتے تھے اور ان کو خالی ہاتھ دیکھ کر، وہ بچے سسک سسک کر رونے لگتے تھے۔

اس گھاٹی میں مسلمانوں نے بڑا سخت وقت گزارا۔ قریش کے بائیکاٹ کی وجہ سے ان کو کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ملتی تھی، لوگ بھوک سے بے حال ہو گئے؛ یہاں تک کہ گھاس پھونس اور درختوں کے پتے اور چمڑے کھا کھا کر گزارہ کرنے لگے۔ یہ سلسلہ مستقل تین سالوں تک جاری رہا۔ (تلخیص از: سیرت حلبیہ اردو، ج:۱، نصف آخر، ص:۳۹۴-۳۹۳)

اھل طائف کا ظلم وستم

ابو طالب کی وفات کے بعد، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال، سن دس نبوی میں، اپنے آزاد کردہ غلام: زید بن حارِثہ کی معیت میں، ثقیف سے مدد کی التماس کے لیے طائف کا (پیدل) سفر کیا۔ امید تھی کہ اللہ کے جس پیغام کے ساتھ آپ ﷺ ان کے پاس آئے ہیں، اہل طائف اسے قبول کریں گے۔ جب طائف پہنچے؛ تو ثقیف کے تین سرداران: عبد یالیل، مسعود اور حبیب سے ملاقات کا ارادہ کیا۔ یہ تینوں آپس میں بھائی تھے۔ آپ ﷺ ان کے پاس بیٹھے اور اسلام کے لیے مدد کرنے اور آپ ﷺ کی قوم میں سے جو آپ ﷺ کی مخالفت کرے، اس کے خلاف خود کی مدد کرنے کے حوالے سے گفتگو کی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن کر، سرداران ثقیف نے نہایت ہی غیر سنجیدہ جوابات دیے۔ ایک نے کہا: "وہ کعبہ کا غلاف پھاڑے گا، اگر اللہ نے تمھیں رسول بنایا ہو (اگر تم نبی ہو؛ تو اللہ مجھے غارت کرے"!) دوسرے نے کہا: "کیا اللہ تعالیٰ کو تمہارے علاوہ کوئی اور نہیں ملا جسے وہ بھیجے؟" تیسرے نے کہا: "بخدا، میں تم سے کبھی بات نہیں کر سکتا۔ اگر تم سچ مچ اللہ کے نبی ہو جیسا کہ تم کہتے ہو؛ تو تمہاری بات میرے لیے رد کرنا انتہائی خطرناک ہے اور اگر تم اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہو؛ تو پھر مجھے تم سے بات نہیں کرنی چاہیے"۔ ثقیف سے ناامید ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے کھڑے ہوئے اور ان سے کہا: "تم لوگوں نے جو کچھ کیا، بہر حال اسے خفیہ ہی رکھنا"۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے واپسی کا ارادہ کیا؛ تو ان سرداروں نے اپنے غلاموں اور اوباشوں کو شہہ دیدی۔ انھوں نے آپ ﷺ کو گالیاں دی، تالیاں بجائی اور شور مچائے؛ تا آں کہ لوگوں کی بھیڑ جمع ہو گئی۔ آپ ﷺ کے راستے کے دونوں کنارے، لوگوں کی لائن لگ گئی۔ وہاں سے گزرتے وقت، جوں ہی اللہ کے رسول ﷺ ایک قدم اٹھاتے کہ وہ آپ ﷺ کے قدموں پر پتھر مارتے؛ تا آں کہ آپ ﷺ کے گھٹنے چور ہو گئے، پنڈلیاں گھائل ہو گئیں اور جوتے خون آلود ہو گئے۔ جب آپ ﷺ کو پتھر لگتا؛ تو آپ ﷺ زمین پر بیٹھ جاتے۔ وہ اوباش اور حرمان

نصیب آپ ﷺ کے بازو پکڑ کر اٹھاتے اور جب چلنا شروع کرتے؛ تو وہ پتھر مارتے اور ہنستے۔ زید بن حارِثہ آپ ﷺ کو خود ڈھال بن کر بچاتے تھے؛ تا آں کہ ان کا سر بھی زخمی ہو گیا۔ (عیون الأثر ا/۱۵۶-۱۵۵)

آپ ﷺ کسی طرح ابنائے ربیعہ کے باغ میں پہنچے۔ تھوڑی دیر بعد، وہاں سے رخصت ہوئے۔ پھر آگے کیا ہوا، بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان میں ہی ملاحظہ فرمائے: "میں غم سے نڈھال اپنے رخ پر چل پڑا اور مجھے قرن ثعالب میں ہی پہنچ کر افاقہ ہوا۔ جب میں نے اپنا سر اٹھایا؛ تو اچانک دیکھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا میرے اوپر سایہ فگن ہے۔ جب میں نے اس میں دیکھا؛ تو حضرت جبرئیل موجود تھے۔ انھوں نے مجھے پکار کر کہا: "آپ کی قوم نے آپ سے جو بات کہی، اسے اللہ نے سن لیا۔ اب اللہ نے آپ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے؛ تاکہ آپ ان کے بارے میں جو حکم چاہیں اس فرشتہ کو دیں! پھر پہاڑ کے فرشتے نے مجھے آواز دی، سلام کیا پھر کہا: اے محمد ﷺ! ان کے حوالے سے آپ جو چاہیں۔ اگر آپ چاہیں کہ میں ان کو دو پہاڑوں کے درمیان کچل دوں ؟ (تو یہی ہو گا)۔ نبی کریم ﷺ نے جواب دیا: "(نہیں) بل کہ مجھے امید ہے کہ اللہ ان کی پشتوں سے ایسی نسل پیدا کریں گے، جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرے گی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گی"۔ (بخاری شریف، حدیث: ۳۲۳۱)

دارالندوہ میں قتل کا منصوبہ اور ھجرت کا حکم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مکہ میں ظلم وجور کی چکی میں اس طرح پستے دیکھ رہے تھے جو ناقابل برداشت تھا؛ لہذا ان کو مدینہ منورہ ہجرت کی اجازت دیدی، سوائے رفیق غار ابو بکر رضی اللہ عنہ کے۔ ابوطالب جیسے حامی ومددگار بھی وفات پا چکے تھے۔ اب قریش شدید غصے میں تھے کہ کب تک ہم اس شخص (محمد ﷺ) کو برداشت کریں اور وہ ہمارے معبودوں اور آباء واجداد کی توہین کرتا رہے؛ چناں چہ ہمیں ان کو قید کر دینا چاہیے، یا جلا وطن کر دینا

چاہیے یا پھر قتل کر دینا چاہیے؛ تا کہ ہم ان سے چھٹکارا حاصل کر لیں۔ پھر قریش کے سرداران اپنے مشورہ گاہ: دار الندوہ میں خفیہ طور پر نبی ﷺ کے خلاف فیصلہ لینے کو جمع ہوئے۔ کسی نے کہا کہ اسے لوہے کی زنجیر میں باندھ کر، دروازہ بند کر دو۔ کسی نے کہا کہ انھیں جلا وطن کر دو۔ مگر نجدی شیخ کے روپ میں، دار الندوہ میں بیٹھا مردود ابلیس نے ان رایوں کے نقص کو اجاگر کیا اور کہا کہ یہ کوئی رائے نہیں ہے۔ پھر ابو جہل بن ہشام نے یہ رائے دی کہ "ہم ہر قبیلے سے ایک قوی جوان کو منتخب کریں۔ ہم ان میں سے ہر ایک جوان کو ایک تیز تلوار دیں۔ وہ سب کے سب بیک ضرب، ان کو قتل کر دیں۔ جب وہ اسے اس طرح قتل کریں گے؛ تو ان کا خون مختلف قبائل میں بنٹ جائے گا؛ پھر میں نہیں سمجھتا کہ بنو ہاشم سارے قریش سے جنگ کریں گے۔ جب اس صورت حال کا بنو ہاشم مشاہدہ کریں گے؛ تو دیت لینے پر راضی ہو جائیں گے۔ پھر ہم ان کو دیت دیدیں گے"۔ نجدی شیخ کی صورت میں بیٹھا ابلیس نے کہا کہ بات تو یہ ہے جو اس آدمی نے کہی اور اس رائے کے بعد کوئی رائے نہیں ہے؛ لہٰذا پوری قوم اس پر تیار ہو گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی مسلمان کو اس منصوبہ کا علم نہیں تھا۔ جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: آپ ﷺ اپنے جس بستر پر رات گزارتے تھے، اس پر رات نہ گزاریں۔ جب رات تاریک ہوئی؛ تو سب کے سب (قتل کے ارادے سے) آپ ﷺ کا انتظار کر رہے تھے کہ آپ ﷺ کب سوتے ہیں؛ تا کہ وہ سب آپ پر ٹوٹ پڑیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: میرے بستر پر لیٹ کر، میری اس حضرمی ہری چادر کو اوڑھ کر سو جاؤ۔ کوئی ناپسندیدہ عمل ان کی طرف سے تمھیں پیش نہیں آئے گا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے تھے؛ تو اسی چادر میں سوتے۔ پھر آپ ﷺ اپنے ہاتھ میں، لپ بھر مٹی لے کر ان کے سامنے سے نکلے۔ پھر آپ ﷺ وہ مٹی ان تمام کے سر پر ڈالتے ہوئے سورہ یس کی آیات ۵-۱ کی تلاوت کر رہے تھے۔ پھر اللہ تعالی نے ان کی قوت بینائی لے لی وہ آپ کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ جب

آپ ﷺ ان آیات کی تلاوت سے فارغ ہوئے؛ تو کوئی ایسا نہیں بچا تھا جس کے سر پر مٹی نہ پڑی ہو۔ پھر آپ ﷺ وہاں سے رخصت ہوئے، جہاں آپ ﷺ کو رخصت ہونا تھا۔ (سیرت ابن ہشام: ۱/ ۴۸۳-۴۸۲)

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ تیرہ سالہ مکی دور میں نبی اکرم ﷺ کو مختلف قسم کے ذہنی وجسمانی مصائب وآلام سے دوچار ہونا پڑا۔ کبھی آپ ﷺ کے قتل کا ارادہ کیا گیا، کبھی آپ ﷺ پر پتھر پھینکا گیا، کبھی مٹی پھینکی گئی، کبھی گرد وغبار پھینکا گیا، کبھی راستے میں کانٹے ڈالے گئے، کبھی ڈاڑھی اور سر کے بال نوچے گئے اور کبھی آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر تھوکنے کی بدبختانہ کوشش کی گئی؛ مگر آپ ﷺ اسلام کی اشاعت کی خاطر، سب کچھ برداشت کرتے ہوئے دین کی دعوت میں، ہمہ تن مشغول رہ کر، اپنی امت کو بہترین نمونہ فراہم کرگئے۔ ارشاد خداوندی ہے: (ترجمہ) "تم لوگوں کے لیے یعنی ایسے شخص کے لیے جو اللہ سے اور روزِ آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو (یعنی مومن کامل ہو اس کے لیے)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا۔" (سورہ اَحزاب: ۲۱)

ہفتہ وار خطبہ جمعہ حاصل کرنے کے لیے اس نمبر پر رابطہ کریں

03060623601.03216404172